مولانا کاشفی

جناب ڈاکٹر سید امیر حسن صاحب عابدی، دہلی یونیورسٹی

مولانا کاشفی بدخشاں کے رہنے والے تھے اور ان شعراء میں سے ہیں جو مغل بادشاہوں کے زمانہ میں ہندوستان آئے تھے، اینتھے اور مؤلف مخزن الغرائب نے لکھا ہے کہ وہ عہدِ اکبری[1] میں ہندوستان آئے۔ مگر مؤلفین صبحِ گلشن اور نشترِ عشق نے کہا ہے کہ وہ ۱۰۳۳ ہجری میں ہندوستان آئے جو جہانگیر[2] کی حکومت کا زمانہ تھا۔ نیز انھوں نے ان کو "کاشفِ غوامضِ نظم و واقفِ دقائقِ نثر"[3] اور "کاشفِ اسرارِ سخن ... ماہرِ رموزِ دین"[4] کہہ کر یاد کیا ہے۔ بہرحال کاشفی نے اپنے ہند آنے کا بڑے شوق سے ذکر کیا ہے:-

چہ کششہاست بتاں را کہ بہ بتخانۂ ہند ✽ از رہِ کعبہ بسے قافلہ ہا آوردند

مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ یہاں کس سلسلہ سے آئے تھے۔

مولانا کاشفی ان بدقسمت لوگوں میں سے ہیں جن کا ذکر اکثر تذکروں میں نہیں ملتا۔ ریاض الشعراء میں صرف اتنا لکھا ہے کہ ۱۰۲۳ ہجری (۱۵-۱۶۱۴ عیسوی) میں وہ ہندوستان میں تھے۔ مؤلف یدِ بیضا نے ان کا نام میر سید احمد اور تخلص کاشفی نیز ان کے والد کا نام میر سید محمد بتایا ہے۔ اس مؤلف نے کاشفی کو ساکن کالپی لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بدخشاں سے آکر وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اس تذکرہ کے لکھنے والے نے

---

[1] ۹۶۳ - ۱۰۱۴ ہجری/۱۵۵۶ - ۱۶۰۵ عیسوی۔ [2] ۱۰۱۴ - ۱۰۳۷ ہجری/۱۶۰۵ - ۱۶۲۷ عیسوی
[3] ص ۳۳۶ - [4] ص ۶۶۴ -

ان کی بڑی تعریف کی ہے اور ان کو "مخزنِ ساکنانِ ملکوت و زندۂ عالمِ ناسوت...... نورِ اتم، انوارِ الٰہی، و کاشفِ اسرارِ نامتناہی، صاحبِ کراماتِ ظاہرہ و علاماتِ باہرہ[۱]" بتایا ہے۔ نیز اس نے کہا ہے کہ "ان کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ جس کی طرف متوجہ ہوتے تھے وہ بے اختیار وجد میں آجاتا تھا۔ بہت سے سنگ دل منکر ان کی خدمت میں آتے اور موم کی طرح پگھل جاتے، اور ان کی کرامتوں کے نور سے اعتقاد کی شمع روشن کر لیتے تھے[۲]" اس تذکرہ میں لکھا ہوا ہے کہ کاشفی نے ۱۹ صفر ۱۰۸۴ ہجری (۱۶۷۴ عیسوی) کو انتقال کیا، نیز اس میں دیا ہوا ہے کہ انھوں نے علاوہ فارسی کے ہندی میں بھی کافی تعداد میں شعر لکھے ہیں۔ صاحبِ ید بیضا نے اپنی دوسری کتاب "انیس المحققین" میں زیادہ تفصیل سے ان کا ذکر کیا ہے۔

صاحبِ مجمع النفائس نے لکھا ہے کہ کاشفی نے باربار کپور مجذوب[۳] کی تعریف میں جو گوالیار میں مدفون ہیں یہ رباعی کہی ہے:-

سلطان سریر معنوی شاہ کپور　　آن منبع اسرار حق و مخزنِ نور
طفل سبق آموز علومش شبلی　　تہ جرعہ کش می کمالش منصور

ان چند تذکروں کے علاوہ خود کاشفی کے دیوان سے بھی کچھ ان کی زندگی کے خط و خال درست کیے جا سکتے ہیں۔ حسب ذیل اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اصلی نام احمد تھا۔ جو پہلے تخلص کا کام بھی کیا کرتا تھا:-

بدنام مرا احمد در شیوۂ اشعار ؛ افتادہ ز حق کاشفی آخر لقبِ ما
در کالپی دہن زن گر نام کاشفی شد ؛ احمد ترا ازین بہ دیگر لقب نباشد

حسب ذیل شعر میں "سید محمد" کا ذکر ملتا ہے جو ان کے والد کا نام تھا:-

سید محمد بمن این حصہ گفت　　نغمۂ مطرب ہمہ کامت کند

۱؎ ص ۱۹۵۔ ۲؎ ید بیضا ص ۱۹۵۔

۳؎۔ شیخ کپور مجذوب گوالیاری حسینی سید تھے اور شروع شروع میں فوجی نوکری کرتے تھے، بعد میں تارک الدنیا ہوگئے، اور گوالیار کے نچلے بازار میں رہنے لگے، آخر کار ۹۷۹ ہجری/۷۲-۱۵۷۱ عیسوی میں انھوں نے انتقال کیا۔

اس شعر سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اسّی سال کی عمر کے بعد انتقال کیا:۔

این عشق جوان و من بہشتاد ✤ فریاد ز درد عشق فریاد

دیوانِ کاشفی کا ایک ناقص اور خراب قلمی نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے[1]۔ جو ٹھیک سے پڑھا بھی نہیں جاتا۔ اس نسخہ میں ردیف "م" کے آخر سے اوراق غائب ہیں اور پھر ردیف "ہ" کے وسط سے شروع ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ "ن" اور "و" دو ردیفیں بالکل نہیں ہیں۔ یہ دیوان اس شعر سے شروع ہوتا ہے:۔

از ہر طرف بگوشِ من آید ہمیں ندا ✤ واللہ ہر آنچہ می نگری نیست جز خدا

کاشفی کو اور شعراء کی طرح اپنی شاعری پر بڑا فخر تھا:۔

چو شعرِ کاشفی خواند کسی بر طبع معنی بیں ✤ سزد سازی نثارِ نظم او نظمِ زلالی را

دیدم ورق ورق ہمہ دیوان کاشفی ✤ در ہر سطر نوشتہ جز اسرارِ راز نیست

گر مدعی انکار کند از تو چو قرآن ✤ صد معجزہ از دامنِ اشعارِ تو خیزد

نیز وہ شعر کو کشفِ حقائق کا ذریعہ سمجھتے تھے:۔

کاشفی کشف حقائق ہمہ درستی کرد ✤ در کلامش بنگر شیوۂ اشعار کجاست

ان کی نظر میں اچھے شعر میں مضمون آفرینی کے علاوہ نظم و انشا کی خوبی بھی ہونی چاہئے:۔

شیوۂ شعر ہمیں بستن مضمونی نیست ✤ خوبیِ نظمی و شیرینیِ انشائی ہست

نیز ان کا خیال تھا کہ اگر خوبصورت الفاظ نصیب نہ ہوسکیں تو کم از کم مضمون میں بلندی ضرور ہونی چاہئے:۔

الفاظ اگر درست نباشد چہ باک ازیں ✤ بر لوح کاشفی ہمہ مضمون نوشتہ اند

اس شعر میں انھوں نے تمام غزل گو شعراء کی طرح حافظ شیرازی[2] کا اعتراف کیا ہے:۔

نہ مطرب است بلی حافظ خوش الحان است ✤ ازان ز مصحفِ سازاز ادب حمایل کرد

مگر حسب ذیل شعر سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ ان کے اشعار پر طعنہ زنی کیا کرتے تھے اور ان کو شاعری میں قدر

---

[1] نمبر ۱۴۴۳ [2] متوفی بسال ۷۹۱ ہجری / ۸۹ - ۱۳۸۸ عیسوی۔

کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے :۔

بر شعرِ من چہ طعنہ زند کاشفی حسود ؛ پیرِ مغان منم کہ سخن پیشۂ من است

خموش کاشفی اکنوں کہ ابلہانِ زمان بنرخ صوتِ زغن آہِ بلبلاں بخرند

دیوانِ کاشفی کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے اشعار عام طور سے معمولی ہوتے ہیں، جنھیں کوئی خاص بات قابلِ ذکر دکھائی نہیں دیتی، پھر بھی پورے دیوان کو دیکھ کر کچھ اچھے اشعار کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ نیز بعض غزلیں مرصّع دکھائی دیتی ہیں، اب یہاں ان کے کچھ سلیس، رواں، اور شگفتہ اشعار نقل کیے جاتے ہیں :۔

گہ لب بہ لب ساغر و گہ بر لبِ معشوق ؛ گہ رقص بیک نغمۂ نی می کنم امشب

در خرابات بہر گوشہ کہ مستی دگر است ؛ جام در دستِ دگر شیشہ بدستِ دگر است

حسنِ تو فریبندۂ صاحب نظران است ؛ ریزندہ نمک بر دلِ خونیں جگران است

صد شعلہ بداماں فراغِ دلِ ما ریخت ؛ خونابۂ غم را بایاغِ دلِ ما ریخت

عمریست لب کشودہ کہ برخاک ماندہ ایم ؛ زیں آرزو کہ قطرۂ می از سبو چکد

گفتمت گر چشمِ حق بین است در کعبہ مرو دیدی آخر کعبہ را جز سنگ دیواری نبود

یافتم در بارگاہِ عفوِ حق عافیت گرچہ این جا درحریمِ زاہدان باری نبود

در خراباتِ مغاں رفتم ولیکن ہیچ کس از خدا غافل ندیدم گرچہ ہشیاری نبود

من بآزادی شکستم این بت و بت خانہ را ورنہ از باطل مرا ہم ہیچ انکاری نبود

خود بخود رنجیدہ اند ایں زاہدانِ صومعہ ورنہ اینجا ہیچ کس را از من آزاری نبود

بگو کہ بادہ پرستاں گناہ کار آیند خدا گواست کہ این جملہ رستگار آیند

بمرگِ سوختگاں ہیچ کس نمی گرید مگر دو چشمِ سیاحت کہ سوگوار آیند

ہماں آہی کہ از دردت کشیدم ہزاراں زخمِ درجانِ دوا کرد

آں بادہ از تو خواہم ساقی کہ گرد ازوی جامِ دلم لبالب آلودہ لب نباشد

دیں ربودند بیک نازِ بتاں حیرانم | مومنی را بچہ ساں برہمنی ساختہ اند
دیدہ خوں ریزیِ مژگان تو در حینِ حیات | قدسیان بہرِ مسیحا کفنی ساختہ اند
تا بریزی بدہن قطرۂ از آبِ وصال | تشنگان از سرِ ہر سو دہنی ساختہ اند

یہ ایک مسلسل غزل ہے جو بہت لطیف ہے :-

دیدہ در صومعہ یک روز مرا بادہ فروش | سبحہ در دست من و یار مصلی بر دوش
بادب روی بمحراب و بمینا نہ قفا | دور از حلقۂ مستان و بزاہد ہمدوش
آخر ای عہد شکن ہیچ نمی آید شرم | ذوقِ زنّار بسر داری و سجّادہ بدوش
نہ ترا بہرہ زاسلام نہ از کفر نصیب | نہ ترا ثمرہ زنا قوس نہ از ذکر و خروش
تنگ دارد ز تو میخانہ و مسجد آخر | چہ روی جای بجا شرم کن از وعدۂ دوش

اس کے ساتھ کچھ ایسے اشعار بھی بطور نمونہ کے پیش کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے وہ کسی بلند شاعرانہ درجہ کے مالک نہیں تھے :-

در راہِ عشق قامتِ جاناں عصا بس است
موسیٰؑ بیک درم نخرد کس عصای را
جز نسخۂ اخلاق مجو کاشفی آخر
این سینہ کہ صندوق کتب خانۂ عشق است

مآخذ

۱- والہ داغستانی : ریاض الشعراء ، نسخۂ خطی شمارہ ۴۵۰۳۷ ،
نیشنل میوزیم ، نئی دہلی
۲- سراج الدین علی خان آرزو : مجمع النفائس ، نسخۂ خطی شمارہ ۶۹۶ ،
خدابخش لائبریری ، پٹنہ

۳- حسین قلی خان عظیم آبادی: نشترِ عشق، نسخۂ خطی شمارہ ۲۰۱۲، نیشنل آرکائیوز، نئی دہلی
۴- احمد علی ہاشمی : مخزن الغرائب، نسخۂ خطی شمارہ ۷۱۳، خدابخش لائبریری، پٹنہ
۵- غلام علی آزاد : ید بیضا، نسخۂ خطی شمارہ ۶۹۱، خدابخش لائبریری، پٹنہ
۶- سید علی حسن خان : صبحِ گلشن، مطبع فیضِ شاہجہانی، بھوپال،
7. HERMANN ETHE : CATALOGUE OF PERSIAN MANUSCRIPTS IN THE LIBRARY OF THE INDIA OFFICE, CLARENDON PRESS, OXFORD
8. MULLA 'ABDUL QADIR BADAYUNI : MUNTAKHABUT TAWARIKH, TRANSATED BY GEORGE S-A. RANKING, BEBTISH MILLION PRESS, VOL. III

۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ

۱۸۵۷ء کے حالات سے متعلق ایک نادر اور معتبر تاریخی دستاویز

مرتبہ و مترجمہ :- پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی

عبداللطیف نے قلعۂ دہلی کا آنکھوں دیکھا حال فارسی زبان میں لکھا، اس روزنامچے میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتیں - اس کتاب کی اشاعت سے اُردو کے تاریخی لٹریچر میں ایک اہم اضافہ ہوا ہے - شروع میں ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب کا پیش لفظ ہے، پھر نظامی صاحب کا جامع مقدمہ، اس کے بعد اصل فارسی متن ہے، پھر اس کا ترجمہ،

ضخامت ۲۱۶ صفحات، بڑی تقطیع ● قیمت ۳/۵۰ مجلّد ۴/۵۰

ملنے کا پتہ :- مکتبۂ برہان، اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶